رسائل و مسائل

نکاح میں لڑکی کی مرضی

ایک لڑکی کی منگنی اس کے کزن کے ساتھ ہوگئی ہے۔ لڑکا اسے پسند نہیں۔ ماحول بھی بدعت اور رسوم کا حامل ہے۔ جاہلانہ خیالات ہیں۔ اسے اپنے والدین سے محبت ہے۔ اس وجہ سے وہ بظاہر رضامند ہوگئی مگر دل راضی نہیں ہے۔ وہ پوچھتی ہے کہ وہ کیا کرے؟ کیا وہ اپنے اہل خانہ کو اپنی مرضی سے آگاہ کر دے اور اس رشتے سے انکار کر دے۔ اس طرح وہ والدین کی نافرمانی کی گناہ گار تو نہ ہوگی یا پھر دین اسلام یہ کہتا ہے کہ وہ والدین کی مرضی کے سامنے بلاچوں وچرا سرخم کر دے۔

اگر لڑکی کو وہ لڑکا پسند نہیں ہے جس کے ساتھ اس کی منگنی ہوئی ہے تو اپنی مرضی سے اہل خانہ کو آگاہ کر سکتی ہے اور منگنی ختم کر سکتی ہے۔ اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ حق اسے اللہ کے رسولؐ نے دیا ہے بلکہ اگر لڑکا دینداری اور کردار کے اعتبار سے بگڑا ہوا ہو تو اس صورت میں تو لڑکی کا انکار قابل تعریف اور لائق تحسین ہے۔ لیکن لڑکی کو کسی وقتی ناراضی اور جذبات پر مبنی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ پورے غور و فکر اور سوچ سمجھ کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیے' اس لیے کہ والدین عام طور پر اپنی اولاد سے محبت کرتے ہیں اور ان کے بدخواہ نہیں ہوتے۔ شاذ و نادر ہی کوئی ایسا باپ ہوگا جو اپنی بیٹی اور بیٹے کے مستقبل کو برباد کرنا چاہتا ہو۔ بہرحال اگر اس نے پورے غور و فکر کے بعد منگنی توڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو اپنے اس فیصلے سے والدین کو آگاہ کر دے۔ احادیث صحیحہ سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لیے بالغ عورت کی رضامندی شرط ہے۔ اگر مطلقہ یا بیوہ ہو تو زبان سے یا اشارے سے واضح طور پر رضامندی کا اظہار ضروری ہے اور اگر کنواری لڑکی ہو (باکرہ) تو اس کی خاموشی بھی کافی ہے۔ بشرطیکہ یہ خاموشی شرم کی وجہ سے ہو کسی قسم کے جبر و اکراہ' خوف اور رواج کی مجبوری کی وجہ سے نہ ہو' اس لیے کہ اصل چیز دل کی رضامندی اور خوشی ہے۔ منگنی تو نکاح نہیں ہے بلکہ لڑکی اور لڑکے کے درمیان صرف ایک نسبت ہے اور معاہدہ ہے جسے ختم کرنا اتنا مشکل نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عورت کی رضامندی کے بغیر کیے گئے نکاح کو بھی ختم کرنے کا اختیار عورت کو دیا ہے خواہ وہ بیوہ ہو یا کنواری ہو۔

۱۔ خنساء بنت خذامؓ ایک بیوہ صحابیہ تھیں۔ ان کے باپ نے ان کا نکاح ایسے شخص کے ساتھ کر

دیا تھا جسے وہ پسند نہیں کرتی تھیں۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر پہنچ گئیں اور آپ نے اس نکاح کو رد کر دیا" (کالعدم قرار دے دیا) (بخاری)

۲۔ اسی طرح ایک باکرہ یعنی کنواری لڑکی کا نکاح اس کے باپ نے ایسے لڑکے کے ساتھ کر دیا تھا جس کو وہ پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ جب رسول اللہؐ کے پاس آئی تو آپ نے اس لڑکی کو اختیار دے دیا کہ تم اگر چاہتی ہو تو یہ نکاح ختم (کالعدم) کر دیا جائے گا۔

۳۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ نسائی میں نقل ہوا ہے کہ "ایک لڑکی 'ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور کہا کہ میرے باپ نے اپنے بھتیجے کے ساتھ میرا نکاح کر دیا ہے جسے میں پسند نہیں کرتی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: تم رسول اللہؐ کے آنے تک ٹھہر جاؤ۔ جب آپؐ تشریف لائے تو اس لڑکی نے اپنی بات بیان کی۔ اس پر آپؐ نے اس کے باپ کو بلایا اور لڑکی کو اختیار دے دیا کہ جیسا چاہے کر لے۔ اس پر لڑکی نے کہا کہ میرے باپ نے جو کیا ہے میں اسے تسلیم کرتی ہوں۔ میں تو صرف یہ جاننا چاہتی تھی کہ کیا عورتوں کو نکاح کے بارے میں کوئی اختیار حاصل ہے یا نہیں؟" (سنن نسائی)

درج بالا صحیح احادیث رسولؐ سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت خواہ بیوہ ہو' مطلقہ ہو یا کنواری ہو جب وہ آزاد' عاقل اور بالغ ہو تو اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر نہ باپ دادا اس کا نکاح کروا سکتے ہیں' نہ دوسرے وارث کروا سکتے ہیں اور نہ اس کے وکیل کروا سکتے ہیں۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو لڑکی اسے کالعدم بھی کروا سکتی ہے اور بحال بھی رکھ سکتی ہے۔ البتہ اگر نکاح کی اطلاع ملنے پر اس نے ایک مرتبہ اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا ہو تو اس کے بعد یہ نکاح ختم نہیں ہو سکتا الا یہ کہ شوہر مر جائے یا طلاق دے دے یا خود عورت خلع کر لے' یا کوئی مسلمان عدالت شرعی وجوہ کی بنا پر نکاح کو فسخ کر دے۔ آج کل والدین بچی کی اجازت اور پسند کے بغیر' نسبی رشتے کی وجہ سے یا دوستی کی وجہ سے یا دولت کی بنا پر یا تعلیم اور جاہ و منصب کی بنا پر جو نکاح باندھ لیتے ہیں وہ رسول اللہؐ کے ارشادات کی بھی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اپنی اولاد کے ساتھ بھی ظلم کرتے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو حق لڑکی اور لڑکے کو دیا ہے اسے چھین کر اپنی من مانی کرنا اور انانیت سے کام لینا عدل و قسط کے منافی ہے۔ اگر لڑکی ایسے لڑکے کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہو جو شریعت میں اس پر حرام ہو یا ایسے لڑکے کو پسند کرتی ہو جو دین و ایمان اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے اس کے لیے بھی تباہ کن ہو اور اس کے خاندان کے لیے بھی ذلت و رسوائی اور شرمندگی کا باعث ہو تو ایسی صورت میں لڑکی کے والدین نکاح رکوا سکتے ہیں اور اگر ہو گیا' تو اسے عدالت کے ذریعے فسخ کروا سکتے ہیں تاکہ لڑکی کی آخرت بھی تباہ نہ ہو اور اس کا خاندان بھی رسوائی اور شرمندگی سے بچ جائے۔

چونکہ نکاح زوجین کے درمیان معاہدہ ہے اور اس کا تعلق براہ راست میاں بیوی ہی کے ساتھ ہے اس لیے ان کی رضامندی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور اس کے بغیر نکاح سرے سے ہوتا ہی نہیں ہے لیکن نکاح زوجین کا صرف نجی معاملہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق خاندان سے بھی ہے اور اسلام کے معاشرتی نظام میں خاندان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ رشتہ نکاح کی وجہ سے لڑکی اور لڑکے کے خاندانوں کے درمیان دامادی اور سسرال کے تعلقات پیدا ہوتے ہیں اور دونوں خاندان اسی رشتے کی بنا پر آپس میں جڑ کر قبیلہ اور قوم بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نسب اور سسرال دونوں کو اپنی نعمت اور قدرت کی ایک نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا (الفرقان ۲۵: ۵۴) "اور اللہ وہی ہے جس نے بنایا ہے پانی سے (نطفے سے) انسان کو پھر بنایا ہے اس کو خاندان والا اور سسرال والا"۔

ماں کے خاندان کو ذوی الارحام کہا جاتا ہے اور باپ کے خاندان کو عصبات کہا جاتا ہے۔ میراث میں تو عصبات کا حق مقدم ہے اور ذوی الارحام کا حق ان کے بعد ہے۔ لیکن صلہ رحمی اور حسن سلوک میں دونوں خاندانوں کے حقوق برابر ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ کے حق کے متصل بعد رشتہ داروں کے حقوق کا ذکر ہوا ہے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا (النسا ۴: ۱)

"اور ڈرو اس اللہ سے جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور ڈرو رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے بے شک اللہ تم پر نگران ہے"۔

اس مختصری وضاحت سے مقصد یہ ہے کہ اسلام کے اجتماعی اور سماجی نظام میں خاندان کو اساسی حیثیت حاصل ہے اور خاندان کی بنیاد نکاح ہے جس کا مقصد صرف جنسی حاجت پوری کرنا نہیں ہے۔ اور یہ محض نجی اور شخصی معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ دو خاندانوں کے تعلقات کا ذریعہ بھی ہے۔ اسے اگر زوجین کا نجی معاملہ اور صرف جنسی اور بشری ضرورت پوری کرنے کا ذریعہ بنا دیا جائے تو خاندانی نظام تباہ ہو جائے گا جیسا کہ یورپ میں تباہ ہو چکا ہے اور وہ شدید قسم کے اخلاقی اور معاشرتی مسائل سے دوچار ہے۔

اگر لڑکی کو اپنی پسند کی شادی کرنے میں بالکل خود مختار کر دیا جائے تو اس کا تعلق اپنے خاندان سے کٹ جائے گا اور یہ کلی طور پر شوہر اور اس کے خاندان کے رحم و کرم پر زندگی گزارے گی جو اس کے لیے بہت بڑا خسارہ ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ لڑکیاں جذباتی ہوتی ہیں۔ اگر ان کے رشتے میں والدین یا دوسرے شرعی وارثوں کا دخل دینا بالکل ختم کر دیا جائے تو جذبات اور وقتی محبت کے غلبے کی بنا پر کسی سے شادی رچالیں گی اور بعد میں پریشان اور پشیمان ہوں گی۔ یہ خطرہ

بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ لڑکی وقتی جوش و جذبے میں آ کر ایسے لڑکے کے ساتھ اپنے آپ کو باندھ لے جو دین و اخلاق اور کردار کے اعتبار سے اس کی آخرت اور دنیا دونوں تباہ کرنے والا ہو یعنی وہ لڑکی کا کفو نہ ہو۔ انھی وجوہات کی بنا پر شریعت نے لڑکی کے ولی کی اجازت اور پسند کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت بھی دی ہے تاکہ توازن اور اعتدال قائم رہے، زوجین کے درمیان مودت و محبت کا تعلق بھی رہے اور دونوں خاندانوں کے درمیان بھی خوشگوار تعلقات قائم ہو جائیں۔ جب لڑکی اور اس کا ولی باہمی مشاورت اور رضامندی سے فیصلہ کریں گے تو دونوں کے لیے مفید اور مبارک ثابت ہو گا۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو یہ فرمایا ہے کہ بالغ عورتوں کی رضامندی اور اجازت کے بغیر ان کا نکاح جائز ہی نہیں ہے جیسا کہ احادیث کے حوالے پہلے دیئے جا چکے ہیں۔ اور دوسری طرف یہ روایات بھی کتابوں میں موجود ہیں کہ لڑکی کے ولی کی اجازت بھی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں دو روایات زیادہ مشہور ہیں: ایک ابو موسیٰ اشعریؓ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "کوئی نکاح نہیں ہے ولی کی اجازت کے بغیر"۔ اور دوسری حضرت عائشہؓ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا ہو تو اس کا نکاح باطل ہے"۔ بہرصورت ولی کی اجازت و رضامندی کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں کچھ اور دلائل بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ لڑکی اور اس کے ولی دونوں کی اجازت اور رضامندی سے نکاح کا رشتہ قائم ہونا چاہیے اور حتی الامکان باہمی مشاورت و مفاہمت اور اتفاق رائے سے فیصلہ کر لیا جائے۔ لیکن اگر اختلاف رائے کسی صورت میں بھی ختم نہ ہو سکے تو پھر کیا کیا جائے؟

اس سوال کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فیصلوں میں موجود ہے جن کا ذکر حوالوں کے ساتھ پہلے ہو چکا ہے اور وہ یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کے فیصلے کے مقابلے میں لڑکی کے فیصلے کو ترجیح دی اور اس کے اعتراض پر باپ کے باندھے ہوئے نکاح کو رد کر دیا۔

لیکن ایک سوال اور خلجان پھر بھی باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عائشہؓ کی مذکورہ حدیث کے الفاظ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح سرے سے ہوتا ہی نہیں ہے اور عورتوں کی رضامندی کے بارے میں نقل شدہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر لڑکی راضی ہو تو ولی کی اجازت کے بغیر بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لڑکی نے اگر "کفو" کے ساتھ نکاح کیا تھا اور کوشش کے باوجود ولی نے اجازت نہیں دی تھی تو یہ نکاح وارث کی اجازت کے بغیر بھی صحیح ہے۔ اس لیے کہ جب لڑکا دین و اخلاق کے اعتبار سے لڑکی کا کفو ہے تو ایسی صورت میں ولی کا انکار کرنا محض ضد و انانیت پر مبنی ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ لیکن اگر لڑکی نے اپنے ولی کے